اسلامی طرزِ معیشت میں اجتماعی نوعیت کی تبدیلیاں

جس معاشرے میں حلال وحرام کا فرق مشکل ہو، وہاں اسلامی بینکنگ کو کیسے فروغ دیا جائے

مفتی ارشاد احمد اعجاز

کسی بھی ملک کا بینکاری کا نظام اس کی معیشت کے کل پرزوں کو رواں حالت میں رکھنے کا ذمّے دار سمجھا جاتا ہے، اس کی وجہ بینک کا سرمایہ فراہم کرنے کا عمل ہے، چناں چہ بینک کو معیشت کے لیے ''گریس'' اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ ''گریس'' کی طرح پوری معیشت کو رواں دواں رکھنے میں معاون ہوتا ہے۔ بینکاری کے نظام کی اس اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسلامی بینکاری کے ماہرین نے جب مذکورہ نظام کے ان پہلوؤں پر توجہ دی، جو بینک کے مختلف ادارہ جاتی نوعیت کے تعلقات سے متعلق ہیں، تو انہوں نے ان کے مختلف حل تجویز کیے۔ پہلے مختصراً بینک کے اس کردار پر روشنی ڈالتے ہیں، جو اس کے معاشی نظام میں متحرک دوسرے اداروں سے تعلقات سے متعلق ہے۔ پھر اس کے متعلق شرعی پہلوؤں پر مختصراً جائزہ لیا جائے گا۔

معیشت میں بینک کی طرح دوسرے ادارے بھی متحرک ہوتے ہیں جو اپنا اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ ان اداروں میں کچھ تو بینک ہی ہوتے ہیں اور کچھ دیگر مالیاتی ادارے۔ اسی طرح کا اہم کردار حکومتی نگرانی کے اداروں کا بھی ہوتا ہے، جو پورے مالیاتی نظام کو قوانین وضوابط کے مطابق چلانے کے ذمّے دار ہوتے ہیں۔ حکومتی نگرانی کے اہم اداروں میں مرکزی بینک (state bank) اور سیکورٹیز اینڈ ایکس چینج کمیشن شامل ہیں، دیگر کاروباری اداروں میں بینک، انشورنس کمپنیاں، فنڈ مینجمنٹ کمپنیاں اور اسٹاک ایکس چینج وغیرہ شامل ہیں۔ ہر بینک ان تمام اداروں سے کسی نہ کسی نوعیت کا تعلق ضرور رکھتا ہے۔ معیشت کا اہم حصہ ہونے کے ناتے بینک کے لیے ان اداروں سے الگ تھلگ رہ کر کام کرنا ممکن نہیں ہے۔

یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ ایک اسلامی بنیادوں پر چلایا جانے والا بینک کسی روایتی طریقے کے تحت چلائے جانے والے ادارے سے کس نوعیت کے کاروباری تعلقات رکھ سکتا ہے، جب کہ یہ بات یقینی ہے کہ روایتی طریقے سے چلائے جانے والے ادارے اپنے معاملات میں عموماً حلال وحرام کے فرق کو مدنظر نہیں رکھتے ہیں۔ چناں چہ یہ بات اکثر پوچھی جاتی ہے کہ ایک اسلامی بینک کسی روایتی بینک سے کاروباری تعلقات کس طرح رکھ سکتا ہے؟ ایک ایسی معیشت، جس میں حلال وحرام کا فرق عموماً روا نہیں رکھا جاتا ہے، اس میں ایک اسلامی بینک کس طرح کام کرسکتا ہے؟ اگر حکومتی نگرانی کے قوانین اسلامی اصولوں کو پیش نظر رکھ کر تشکیل نہیں دیے گئے ہیں تو ایک اسلامی بینک غیر شرعی احکامات کا پابند کیسے ہوسکتا ہے؟ اسی طرح یہ بات بھی اکثر موضوع بحث ہوتی ہے کہ کسی ملک کی مالیاتی پالیسی کے ایک حصّے زری (مانیٹری) پالیسی میں شرح سود حکومتی عمل دخل کے تحت ہوتی ہے تو اسلامی بینک اس طرح کے نگرانی کے نظام میں کس طرح کام کرسکتے ہیں؟

عام روایتی بینکاری کے نظام میں بینک ایک دوسرے کے ساتھ لین دین کرتے ہیں۔ کسی بینک کے پاس اگر نقدی زیادہ ہو تو وہ اُس بینک کو قرض پر فراہم کردیتا ہے جس کو کسی بھی وجہ سے نقد کی ضرورت ہو۔ یہ لین دین سود کی بنیاد پر ہوتا ہے اور بینکوں کے اس لین دین کے نظام کو ''انٹر بینک'' ڈیلنگ (بینکوں کا باہمی لین دین) کہا جاتا ہے۔ یہ ایک اہم سوال ہے کہ اسلامی بینک اس طرح کے معاملات کیسے انجام دے گا؟ سود کی بنیاد پر لین دین کے اس نظام کے تحت بینک ایک شرح سود (انٹرسٹ ریٹ) بھی طے کرتے ہیں، جو بازار کی شرح سود کہلاتی ہے اور اس شرح سود کو بینک اپنے دوسرے لین دین میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس شرح سود کو حکومتی پشت پناہی اس حد تک حاصل ہوتی ہے کہ حکومت اس میں غیر معمولی اتار چڑھاؤ کی نگرانی کرتی ہے اور بینکوں کی اس شرح کو باقی معاملات میں حوالے کے طور پر استعمال کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ اسلامی بینک ایک نظام کا حصّہ ہونے کے ناتے معیشت کلاں (macro economics) کے تحت آنے والے ان اہم معاملات کو کیسے چلاتا ہے، یہ وہ سوال ہے، جو آج کل بہت اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے اور اس کا جواب واقعتاً اہم ہے بھی۔

اس سوال اور اس طرح کے دیگر سوالات کے جواب سے پہلے دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔ پہلی بات یہ کہ ایسے تمام امور جن کا تعلق اجتماعی نظم ونسق سے ہے، ان کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار کسی ایک ادارے کے پاس نہیں ہوتا اور نہ ہی ایک ادارے کے مفاد کو دیکھ کر فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ فیصلے اجتماعی نوعیت کے ہوتے ہیں، جن کے بارے میں اجتماعی رائے کے آنے تک یا اجتماعی صورت حال موافق ہونے تک فیصلہ کرنا بہت مشکل اور وقت طلب ہوتا ہے اور خاص طور پر جب سے دنیا میں مواصلاتی رابطوں میں انقلابی تبدیلی آئی ہے اور دنیا ایک عالم گیر بستی کی شکل اختیار کرچکی ہے، اس نوعیت کے اجتماعی فیصلوں میں حائل مشکلات اور بڑھ گئی ہیں۔ ہر فیصلے کے مضمرات اور نتائج اتنے ہی پیچیدہ ہوچکے ہیں جس طرح دنیا میں فاصلوں کے سمٹنے اور مواصلات کے بڑھنے سے فوائد کے ساتھ الجھنیں اور دشواریاں پیدا ہوچکی ہیں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے اجتماعی فیصلے ابھی تک ایسے ہاتھوں میں ہیں، جو خود اسلام کی حقانیت اور اس کے قوانین کی جامعیت اور عالم گیر ہونے پر گہرا یقین نہیں رکھتے اور دوسروں کے ذہنی غلام ہیں۔ دین کی تعلیمات کی بنیاد پر کیا جانے والا ہر فیصلہ ان کی رائے میں دقیانوسیت اور رجعت پسندی کی جانب ایک قدم ہوتا ہے۔

ان دونوں دشواریوں کو سامنے رکھیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عملاً اجتماعی نوعیت کے اقدامات کرنے میں بڑی سخت مشکلات اور الجھنیں درپیش ہیں۔ بینکاری کے نظام کو پورا اسلامی کردینا، سود کے متبادل نظام کو جاری کرنا، حکومتی نگرانی کے عمل کو شریعت کے متعین کردہ اصول وضوابط کی روشنی میں انجام دینا، اداروں کے ایک دوسرے سے لین دین میں اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھنا یہ وہ سب اقدامات ہیں، جو معاشی نظام کو اسلامی اصولوں پر چلانے کے لیے ضروری ہیں مگر چوں کہ یہ اجتماعی نوعیت کے اقدامات ہیں، لہٰذا ان کے کرنے میں خاصی مشکلات ہیں۔ اسلامی اصولوں کے تحت مالیاتی نظام کو چلانے کی کوششیں جب شروع کی گئیں تو اس بات کو پیش نظر رکھا گیا کہ انفرادی تبدیلی اور جزوی نوعیت کے اقدامات سے آنے والی تبدیلی کو مؤثر اور مضبوط بنانے کی خاطر اجتماعی نظام کے لیے بھی ایسی تجاویز پیش کردی جائیں، جن سے کسی حد تک اجتماعی سطح پر تبدیلی کے عمل کا آغاز ہو۔

مرکزی بینک میں اسلامی بینکاری کے شعبے کا قیام اور اجتماعی معاملات کے بارے میں پالیسی تشکیل دینے کے لیے شرعی نگرانی کے بورڈز کا قیام اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ بینکوں کے آپس میں لین دین، مرکزی بینک سے اسلامی بینکوں کے تعلقات اور دیگر اداروں سے ادارہ جاتی تعلقات (institutional relationships) کے سلسلے میں رہنما ہدایات اب بہت سے ملکوں میں عام ہوچکی ہیں اور اسلامی بینکاری کے نظام سے وابستہ ادارے ان ہدایات کے تحت چلتے ہیں۔ چناں چہ ادارہ جاتی تعلقات میں حلال و حرام کا فرق، سود سے اجتناب اور معاملات کو زیادہ سے زیادہ شفاف بنانا اسلامی اصولوں کے تحت چلائے والے مالیاتی اداروں کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ تاہم، اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ اس سلسلے میں مزید کام کی بہت سخت ضرورت ہے۔ کئی سو برس سے قائم حلال وحرام کے فرق کو روا نہ رکھنے والا روایتی بینکاری کا نظام مکمل طور پر تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ اب تک کی جانے والی تبدیلیاں اگرچہ بہت مفید ہیں مگر ناکافی ہیں۔ مزید تبدیلیاں وقت کا ایک اہم تقاضا ہے۔

اسلامی بینک بعض معاملات میں ان قوانین کے تحت کام کرتے ہیں، جو بین الاقوامی سطح کے قوانین ہیں اور ان میں تبدیلی آسان نہیں مثلاً درآمدات اور برآمدات کے عالم گیر قوانین، رقوم کی منتقلی کے بین الاقوامی قوانین، بینکوں کے باہم لین دین کے قوانین۔ یہ سب وہ معاملات ہیں، جو اجتماعی نوعیت کی تبدیلی کے خواہاں ہیں۔ اگرچہ مسلمانوں کی اس سخت ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اب ایسے اجتماعی نوعیت کے ادارے بھی قائم ہوئے ہیں، جنہوں نے تحقیق وترقی کے عمل کو آگے بڑھایا ہے مگر مسلمان حکومتوں کو اجتماعی لائحہ عمل کی شدید ضرورت ہے۔ ابھی تک مسلمان حکومتوں نے اجتماعی طور پر اس نظام کی سرپرستی نہیں شروع کی ہے، جو مسلمانوں کا اپنا نظام ہے اور جب تک اس نظام کو یہ سرپرستی حاصل نہیں ہوگی، اس کی ترقی کا عمل ایسا ہی سُست رہے گا۔ ایک اہم بات کی طرف قارئین کی توجہ ضرور جانی چاہیے اور وہ یہ ہے کہ اس معاملے میں ہمیں اہل علم کے دو طبقے نظر آتے ہیں۔ ایک طبقے کی رائے یہ ہے کہ جب تک پورا نظام اسلامی تعلیمات کے تحت نہیں آجاتا، اس کے تحت کیا جانے والا ہر تجربہ ناقص اور اسلام کی رو سے ناقابل قبول ہے۔ چناں چہ سو فی صد تبدیلی آنے تک ان افراد کی رائے میں بینکنگ کو اسلامی نہیں کہا جاسکتا ہے۔ ان کی رائے میں آج زیرِ عمل بینکاری کا نظام درست نہیں۔

دوسرا طبقہ ان اہل علم کا ہے جن کی نظر تاریخی حقائق پر ہے۔ ان کی رائے میں نظام کے مکمل اسلامی ہونے کا انتظار کیے بغیر ایسے اداروں کا قیام ضروری ہے، جو انفرادی تبدیلی کے ساتھ کام شروع کریں اور رفتہ رفتہ ان کا وجود اجتماعی تبدیلی کو ناگزیر بنادے۔ امر واقع یہ ہے کہ یہ رائے عملاً زیادہ مؤثر ثابت ہوئی ہے اور اب تک حاصل ہونے والی کامیابیاں اسی طرزِ عمل کا نتیجہ ہیں۔ مرکزی بینک کی سطح پر اسلامی بینکاری کے شعبے کا قیام ہو یا اسلامی مالیاتی نظام کے تحت حساب کتاب رکھنے کا طریقۂ کار (accounting)، ان سب کا پیش خیمہ انفرادی اور جزوی تبدیلی لانے والے ادارے بنے تھے اور آئندہ آنے والی تبدیلیوں میں بھی ان اداروں کے کردار کی اہمیت برقرار رہے گی۔

mufti.irshad@gmail.com

اسلامی بینک ایک نظام کا حصّہ ہونے کے ناتے معیشت کلاں (macro economics) کے تحت آنے والے اہم معاملات کو کیسے چلاتا ہے، یہ وہ سوال ہے، جو آج کل بہت اہمیت کا حامل ہے اور اس کا جواب واقعتاً اہم بھی ہے